کلامِ پروین شاکر میں تلمیحات

Implications in the Poetry of Parveen Shakir

[1] ڈاکٹر عاصم شجاع ثقلین [2] عالیہ مجید

Abstract:

Perveen Shakir (1952-1994) is probably the most prominent Urdu poetess of all times who has earned the great fame and honour which is often dreamed by the poets. She is also one of those poets who had a considerable social status too besides her poetic fame, and this was only because she was a learned genius. This is the reason that her verses are empowered by URDU TALMEEHAAT (Famous and historic alludes). TALMEEH is one of the most powerful sources which give one's poetry the virtue of sublimity and enlightened it by different pieces of knowledge. It also makes the words of a poet wiser. Perveen Shakir's verses are also seemed full of vision and wisdom by her meaningful TALMEEHAAT. Besides many other characteristics this quality also emphasizes the importance of her poetry.

Keywords: Parveen Shakir, Urdu Poetry, Sanat-e-Talmih, Art of Poetry

پروین شاکر (۱۹۹۴-۱۹۵۲) غالباً ہر دور کی سب سے ممتاز اردو شاعرہ ہیں جنہوں نے وہ شہرت اور اعزاز حاصل کیا جس کا خواب اکثر شاعر دیکھتے ہیں۔ وہ ان شاعروں میں سے ایک ہیں جن کی شاعرانہ شہرت کے علاوہ سماجی حیثیت بھی کافی تھی، اور یہ صرف اس لیے تھا کہ وہ ایک پڑھی لکھی باصلاحیت تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی شاعری کو اردو تلمیحات (مشہور اور تاریخی اشارے) سے تقویت ملی ہے۔ تلمیح ان سب سے طاقتور ذرائع میں سے ایک ہے جو کسی کی شاعری کو عظمت کی فضیلت دیتا ہے اور اسے علم کے مختلف ٹکڑوں سے روشن کرتا ہے۔ یہ شاعر کے کلام کو بھی سمجھ دار بنا دیتا ہے۔ پروین شاکر کی آیات بھی ان کی بامعنی تلمیحات سے بصارت اور حکمت سے بھری ہوئی لگتی ہیں۔ بہت سی دوسری خصوصیات کے علاوہ یہ خوبی بھی ان کی شاعری کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔

کلیدی الفاظ: پروین شاکر، اردو شاعری، صنعتِ تلمیح، فنِ شاعری

> ''یہ صنعت اس طرح ہے کہ شاعر اپنے کلام میں کسی مسئلۂ مشہورہ یا کسی قصے یا مثلِ شائع یا اصطلاحِ نجوم وغیرہ، کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کرے جس کے بغیر معلوم ہوئے اور بے سمجھے اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے۔''[۱]

درج بالا صنعتِ تلمیح کی تعریف صاحبِ بحر الفصاحت نے کی ہے۔ تلمیح کا تعلق لفظ اور معنی دونوں سے اس قدر گہرا ہے کہ اساتذۂ علم بدیع میں سے چند نے اسے صنائع لفظی میں تو چند نے صنائع معنوی میں شامل کیا ہے۔ صنعتِ تلمیح معروف ترین صنائع میں شامل ہے۔ اس کے استعمال سے شعر کے معیار اور مرتبہ میں

---

۱ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ ایس۔ای۔کالج، بہاول پور

۲ لیکچرار، شعبہ اُردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی، بہاول پور

اضافہ ہو جاتا ہے بلکہ یہ کہنا بھی بے جانہ ہو گا کہ صنعتِ تلمیح شعر کے ساتھ ساتھ شاعر کے علمی مقام کو بھی بلند کر دیتی ہے۔ ایک اچھا تلمیحی شعر اپنے قاری یا سامع پر شاعر کی فکری بلندی، مطالعہ اور مشاہدہ کی قوت ثابت کر دیتا ہے۔ اُردو شاعری کی روایت میں مختلف طرز کے موضوعات پر مبنی تلمیحات موجود ہیں۔

پروین شاکر کے کلام میں تلمیحاتی عنصر بہت اہم اور قابل ذکر ہے۔ یہ کہنا بھی درست ہے کہ پروین شاکر کی تلمیحات دیگر کئی اہم شعرا کے مقابلے میں مقدار و معیار دونوں حوالوں سے بلند سطح پر نظر آتی ہیں۔ ان کے کلام میں موجود تلمیحات کا معیار ان کی بلند فکری کا عکاس ہے۔ وہ اس فن سے بخوبی آشنا تھیں کہ تلمیح کے ذریعے بات کو کس طرح موثر بنایا جاتا ہے۔ ان کے کلام میں تلمیح کی موضوعاتی تقسیم کے حوالے سے ہمہ قسم کی تلمیحات نظر آتی ہیں۔ ہم تلمیح کی مختلف اقسام کے حوالے سے پروین شاکر کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں۔

ابتداء ہی سے اُردو شاعری میں تاریخ اسلام کے مختلف واقعات، انبیائے کرام کی حیات ہائے طیبہ، قرآنی آیات واحادیث مبارکہ اور ملائکہ سے منسوب واقعات کو تلمیح کے طور پر شامل کیا جاتا رہا ہے۔ اپنے بات کو مدلل بنانے یا اس کی اثر انگیزی کو بڑھانے کے لیے شعراء نے مذہبی تلمیحات کو وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ چند معروف اشعار ملاحظہ ہوں۔

ایک ناوک نے اس کی مژگاں کے
طائرِ سدرہ تک شکار کیا [میر]

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی [غالب]

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت [حالی]

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری، تو قتیلِ شیوۂ آزری [اقبال]

کلام پروین شاکر مذہبی تلمیحات سے مزیّن ہے۔ پروین شاکر کی مذہبی تلمیحات کے حوالے سے یہ

بات یقیناً اہم ہے کہ ان کے ہاں اکثر مذہبی تلمیحات واقعہ کربلا کے حوالے سے ملتی ہیں۔ یہ بات بھی لائق تحسین ہے کہ ان کی تلمیحات کہیں بھی روایتی یا فرسودہ نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اپنے تلمیحی اشعار میں فکر کی تازگی کو کام میں لا کر واقعات کو نئے زاویۂ نگاہ سے دیکھا اور بیان کیا ہے:

کوفۂ عشق میں میری بے چارگی
زیرِ لب ایک ہی اسم پڑھتی ہوئی
یا غفور الرحیم [۲]

واقعہ کربلا کے حوالے سے کوفہ کا شہر بے وفائی اور راستہ میں ساتھ چھوڑ جانے کی علامت ہے:

زندگی پھر تجھے درپیش ہے زندانِ دمشق
اشقیا پھر ترے کانوں سے گہر کھینچتے ہیں [۳]

اسیرانِ کربلا پر دمشق کے لوگوں کا لوٹ مار کی غرض سے حملہ کرنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔
کربلا کے انہی اسیروں کی قید کے واقعے کی طرف اشارہ کرتا ہوا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

اسیرِ کربلا جب یاد آئیں
کہاں لگتی ہے پھر زنجیر بھاری [۴]

ایک اور تاریخی منظر کی طرف اشارہ کرتا ہوا تلمیحی شعر ملاحظہ ہو:

میں تھک چکی ہوں اس اندر کی خانہ جنگی سے
بدن کو ''سامرا'' آنکھوں کو ''معتصم'' کر لوں [۵]

شعر میں عباسی خلیفہ معتصم باللہ کی طرف اشارہ ہے جس نے خانہ جنگی کے ڈر سے اپنا دارالحکومت بغداد سے بدل کے عراق کا شہر سامرا بنا لیا تھا۔ اُس کے عہد میں اس شہر نے بہت ترقی پائی اور یہی شہر اس کی سلطنت و حکومت کے لیے دارالامن ٹھہرا۔

حاضرہ و آمدہ کو بالآخر گزشتہ میں ڈھل جانا ہے۔ ایک دور یا زمانہ کی پرشکوہ عمارت صدیوں بعد کا کھنڈر ہوتی ہے۔ تاریخ کی کروٹیں اور زمان و مکاں کی تبدیلیاں انسان و کائنات کو ہمہ وقت تغیر و تبدل سے

روشناس کرتی ہیں۔ تاریخی واقعات قوموں کے لیے باعث عزت بھی ہوتے ہیں اور باعث ندامت بھی۔ اسی لیے مختلف اشعار میں تاریخی واقعات کا ذکر تلمیح کے طور پر کیا جاتا ہے۔

قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی
بُت فروشی کے عوض بُت شکنی کیوں کرتی [اقبالؒ]
موت سے جو ڈر جاؤ، زندگی نہیں ملتی
جنگ جیتنا چاہو، کشتیاں جلا دینا [منظر بھوپالی]

طارق بن زیاد کا جبرالٹر (اسپین) کے ساحل پر کشتیاں جلا دینا تاریخِ عالم کے اہم ترین واقعات میں سے ایک ہے۔ اس لیے اس کی متعدد تلمیحات اُردو نظم و غزل میں موجود ہیں۔ پروین شاکر کا ایک شعر ملاحظہ ہو جس میں اس تاریخی واقعہ کی تلمیح ایک طنز آمیز و معنی خیز نصیحت کے ساتھ موجود ہے:

اپنے اسپین کی خبر رکھنا
کشتیاں تم اگر جلاؤ کبھی [۵]

اس کے علاوہ تاریخ کے مختلف مناظر اور مختلف افراد کی طرف کلام پروین شاکر میں بڑے معنی خیز اشارے ملتے ہیں۔ پروین شاکر ایک تعلیم یافتہ اور ذی شعور شاعر تھیں اور تعلیم یافتہ شاعر کے ہاں تلمیحات کا معنوی پھیلاؤ اور اثر انگیزی عام سطح سے بلند ہوتی ہے۔

ہزار ہا سال بعد ہم بھی
کسی زمانے کے ٹیکسلا اور ہڑپہ بن کر تلاشے جائیں [۶]

ایک اور نظم کا مقتبس ملاحظہ ہو جس میں منصور بن حلاج اور سقراط کی طرف اشارہ ہے۔

بزعمِ خود
کبھی سقراط بن کر
اور کبھی منصور کے الفاظ
بصری کھیل کی صورت میں

سادہ لوح انسانوں کے آگے

پیش کرتے ہیں[۷]

تہذیبی تلمیحات کے ذیل میں ہم پروین کے کلام کے حوالے سے ایک خاص قسم کا ذکر کر سکتے ہیں جنہیں اساطیری تلمیحات کہنا چاہیے۔ یہ تلمیحات وہ اساطیری حوالے ہیں جن کی طرف اشاروں نے کلام پروین شاکر کو معنوی حسن کو دوچند کر دیا ہے۔ پروین شاکر کے ہاں تلمیحات کی اس صورت کی اہمیت دیگر تلمیحات سے کچھ بڑھ کر ہے۔ تلمیح کا یہ رنگ اور انداز اُردو کی دیگر شاعری میں بہت کم ملتا ہے۔ ان تلمیحات سے ظاہر ہے کہ پروین شاکر نے یونانی اور ہندوستانی اساطیر کا مطالعہ بھی کرر کھا تھا۔ اور انہوں نے ان اساطیری حوالوں کو اُردو شاعری میں سمونے اور حسن ادا کے ساتھ اُردو ادب کا حصہ بنانے کی کامیاب کوشش کی۔ ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

نکالی بھی گئیں تھیں سوئیاں کیا

کوئی تصدیق کرتا قصہ خواں سے [۸]

یہ وہ معروف قصہ ہے جس میں ایک جادوگر نے کسی بادشاہ یا تاجر کے جسم میں ہزاروں سوئیاں چبھو کر اسے بے ہوش کر دیا۔ ملکہ بہت دیر بیٹھی اس کے جسم سے سوئیاں نکالتی رہی۔ ہاتھ زخمی ہو گئے تو منہ سے سوئیاں نکالنا شروع کر دیں۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ ملکہ نے لونڈی سے کہا کہ وہ سوئیاں نکالے اور خود نماز پڑھنے لگی۔ سوئیاں بہت کم رہ گئی تھیں۔ لونڈی نے تھوڑی ہی دیر میں نکال لیں۔ سب سے آخر میں آنکھوں کی سوئیاں نکالی گئیں تو بادشاہ کو ہوش آگیا اور اس نے جب یہ دیکھا کہ لونڈی سوئیاں نکال رہی ہے اور ملکہ اس کے پاس موجود نہیں ہے تو لونڈی کو ملکہ کی حیثیت دے دی۔ پروین شاکر نے اس اساطیری قصے کا اپنے کلام میں بار بار تلمیحاً ذکر کیا ہے۔

وہ کہانی کہ ابھی سوئیاں نکلی بھی نہ تھیں

فکر ہر شخص کو شہزادی کے انجام کی تھی [۹]

''سوئیاں نکلنا'' اور ''آنکھ کی سوئیاں'' کا اساطیری حوالہ پروین شاکر کی شاعری میں خاص معنی میں استعمال ہوا ہے۔ پروین نے آنکھ کی سوئیاں نکلنا، ذہن پر پڑے پردے ہٹنا اور آخری مصیبت کا ٹل جانا کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ اس کہانی میں جہاں شہزادے یا بادشاہ (مرد کردار) کا ذکر ہے وہیں پروین شاکر نے شہزادی کو رکھ کر کہانی کو پلٹنے کی کوشش بھی کی ہے۔ ایک نظم کا مقتبس اور ایک غزل کا مطلع ملاحظہ ہو:-

شہزادی کے جسم کی ساری سوئیاں زنگ آلود تھیں
رستہ دیکھنے والی آنکھیں
سارے شکوے بھلا چکی تھیں [۱۰]

عمر بھر کے لیے اب تو سوئی ہی معصوم شہزادیاں رہ گئیں
نیند چنتے ہوئے ہاتھ ہی تھک گئے وہ بھی جب آنکھ کی سوئیاں رہ گئیں [۱۱]

غور کیا جائے تو پروین شاکر نے اس ہندوستانی اساطیری حوالے کو انگریزی کے معروف قصے سلیپنگ بیوٹی (Sleeping Beauty) سے ملانے کی کوشش کی ہے کیونکہ اس قصے میں کسی بادشاہ، شہزادے یا تاجر کی بجائے شہزادی اور اس کا پورا محل سویا ہوا ہے۔ اس انگریزی قصے میں ایک شہزادہ کئی خطرات سے کھیل کر شہزادی تک پہنچتا ہے۔ اسی انگریزی قصے کو بھی پروین شاکر نے اپنے کلام میں جگہ دی ہے۔

شہزادے مری نیند کو تو کاٹ چکا ہے
ٹھہرا نہ یہ جنگل تری تلوار کے آگے [۱۲]

ایک اور کہانی ہمارے ہاں بڑے بوڑھوں نے ضرور سن رکھی ہے کہ ایک نوجوان کو گھر سے نکلتے وقت یہ نصیحت کی گئی کہ فلاں چوراہے پر پہنچو تو فلاں فلاں تین سمتوں میں سے جس طرف چاہو نکل جانا لیکن چوتھی سمت ہرگز نہ جانا۔ وہ بھولا مسافر بے خیالی میں اسی چوتھی سمت کو نکل گیا اور پھر اسے راستے میں کئی مشکلات دیکھنا پڑیں۔ پروین شاکر کا شعر ملاحظہ ہو۔

گھر کی یاد ہے اور در پیش سفر بھی ہے
چوتھی سمت نکل جانے کا ڈر بھی ہے [۱۳]

خضر و سکندر کے آبِ حیات کو تلاش کرنے کا قصہ بھی خاصا معروف ہے۔ اب بھی لوگ عوام الناس کی تشنگی کی پروانہ کرتے ہوئے اپنے لیے آب حیات تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پروین کہتی ہیں:

خود ڈھونڈ رہا ہے آب حیواں
اور پیچھے قبیلہ جاں بلب ہے [۱۴]

چشمہ حیواں کی ایک اور خوب صورت تلمیح ملاحظہ ہو:

ہمیں تو چشمۂ حیواں بھی کوئی دکھلائے
تو تجربہ یہ کہے گا کہیں سراب نہ ہو [۱۵]

اساطیری قصوں میں اس طرح کے جملے بہت نظر آتے ہیں جن میں کسی کو پیچھے مڑ کر نہ دیکھنے کی ہدایت ہو۔

ہم نے جنگل میں بھی پیچھے نہیں مڑ کر دیکھا
کیا عجب عزم بندھا رختِ سفر کے ہمراہ [۱۶]

ایک اور شعر ملاحظہ ہو جس میں کسی خاص واقعے کی طرف اشارہ تو مقصود نہیں لیکن اردو کی اساطیری فضا کا عکس ضرور ہے موجود ہے۔

نہ جانے کون سا آسیب دل میں بستا تھا
کہ جو بھی ٹھہرا وہ آخر مکان چھوڑ گیا [۱۷]

اگرچہ پروین شاکر بحیثیتِ مجموعی ایک رومانوی شاعرہ تھیں۔ ان کے کلام میں رومانوی فضا اور رومانی تصورات مکمل طور پر رچے بسے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پروین کا رومان، مرد شعرا کی غزل کے محبوب کا سا تصور پیش نہیں کرتا جس کی جنسی تخصیص متعین ہی نہیں۔ پروین نے ایک عورت ہوتے ہوئے عورت ہی کے احساسات و جذبات کی سچی ترجمانی کی ہے اس لیے اُن کا محبوب ایک مرد کے واضح کردار کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اسی لیے مختلف رومانوی داستانوں میں ایک عورت کی رومانوی حیثیت ہمیشہ پروین شاکر کے سامنے رہی۔ اس طرح کی داستانوں میں عورت کی محبت کے حوالے سے سوہنی کا کردار ہمیشہ بہادری اور

جرأت کی مثال مانا جاتا ہے۔ کچے گھڑے پر دریائے چناب کی لہروں سے مقابلہ کر کے جان دے دینے والی سوہنی، اُردو شاعری میں پروین شاکر سے پہلے بھی مذکور رہی ہے:

کچے گھڑے نے جیت لی ندی چڑھی ہوئی
مضبوط کشتیوں کو کنارا نہیں ملا [مصطفیٰ زیدی]

پروین شاکر نے بھی اس عورت کی جرأت عشق کو بار بار تلمیحاً اپنے اشعار کا حصہ بنایا ہے:

دریا پار یہ سوچ کے چل
گھڑے بدل بھی جاتے ہیں [۱۸]

طوفان ہے تو کیا غم مجھے آواز تو دی جے
کیا بھول گئے آپ مرے کچے گھڑے وہ [۱۹]

ٹوٹ جائیں کہ پگھل جائیں مرے کچے گھڑے
تجھ کو میں دیکھوں کہ یہ آگ کا دریا دیکھوں [۲۰]

سوہنی مینھوال کے علاوہ لیلیٰ مجنوں، ہیر رانجھا اور شیریں فرہاد کی داستانوں کی طرف میں پروین کے کلام میں اشارے ملتے ہیں:

محبت کی تاریخ میں کب نئی ہے
کسی آبلہ پا کی صحرا نوردی [۲۱]

اک تان بلائے جاتی ہے
مجھے پل پل تخت ہزارے [۲۲]

زمانے نے جسے بے تیشہ کر دیا تھا کبھی
پہاڑ کاٹ کے خود راستہ نکال آیا [۲۳]

قرآن مجید میں بیان کردہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ''احسن القصص'' کہلاتا ہے۔ اسلامی قصّوں میں محبت کے حوالے سے زلیخا کا کردار خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح یورپ کے رومانوی قصوں کا ایک معروف کردار سنڈریلا ہے۔

دو مصرعے ملاحظہ ہوں جن میں دو مختلف خطوں کی انہی دونوں خواتین کا ذکر ہے جن کے کردار محبت کے حوالے سے سند کا درجہ رکھتے ہیں:

نہ میرے ہاتھ میں تاثیر زلیخائی ہے
رقص گہ ہے یہ جہاں اور نہ میں سنڈریلا ہوں [۲۴]

4۔ جدید نظم و غزل میں تلمیح کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ معروف ادباء و شعراء یا معروف ادب پاروں یا فن پاروں کی طرف اشارہ کیا جائے۔ اس حوالے سے احمد فراز کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

ایک تو عشق کیا، عشق بھی پھر میر سا عشق
اس پہ غالب کی سی آشفتہ بیانی لوگو

پروین شاکر نے اُردو اور انگریزی ادب کا غائر مطالعہ کر رکھا تھا۔ دنیا کے بہت ممالک اور ان کی تہذیب و ثقافت دیکھ رکھی تھی۔ انہوں نے اپنے مطالعہ اور مشاہدہ کی اس وسعت کو اپنے افکار میں جگہ دی اور اپنے اشعار کی زینت بنایا۔ ان کے کلام میں مختلف خطوں کے ادب اور ادب پاروں کی تلمیحات نظر آتی ہیں۔ ایک شعر ملاحظہ ہو:

فضا میں کیٹس کے لہجے کی نرماہٹ تھی
موسم اپنے رنگ میں فیض کا مصرع تھا [۲۵]

شعر کے پہلے مصرعے میں معروف انگریزی شاعر جان کیٹس(1795-1821) کی طرف اشارہ ہے جو اپنی رومانوی شاعری کے ساتھ اپنے نرم لہجے کی وجہ سے انگریزی شاعری میں معروف ہے، جب کہ دوسرے مصرع میں فیض کی شاعری کی طرف عمومی اشارہ کیا گیا ہے کیوں کہ فیض کی شاعری میں موسم اور موسم کی رنگینی کا تذکرہ جا بجا ملتا ہے۔ اس حوالے سے فیض کے چند معروف اشعار پیش کیے جا سکتے ہیں:

گلوں میں رنگ بھرے، بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے [۲۶]
رنگ پیراہن کا، خوشبو زلف لہرانے کا نام

موسمِ گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام [۲۷]
آئے کچھ ابر کچھ شراب آئے
اس کے بعد آئے جو عذاب آئے [۲۸]

پروین شاکر کی ایک اور تلمیح ملاحظہ ہو جس میں فیض کے ایک یادگار مصرعے کی طرف اشارہ ہے:

کیا اُن آنکھوں کو دیکھ کے بھی
تم فیض کا مصرع پڑھتے ہو [۲۹]

اس شعر میں فیض کی معروف نظم ''مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ'' کے ایک مصرعے ''تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے'' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک اور ادبی تلمیح ملاحظہ ہو:

اس کی خفگی جاڑے کی نرماتی دھوپ
پارو سکھی! اس حدت کو ہنس کھیل کے سہہ [۳۰]

شعر میں سرت چندرہ (1876-1938) کے بنگالی ناول ''دیوداس'' کے کردار پاروتی کی طرف اشارہ ہے جس کا عرف ''پارو'' ہے۔ اس ناول کا ہیرو دیوداس ایک سنجیدہ اور بات بات پر ناراض ہو جانے والا کردار ہے۔ ایک اور شعر دیکھیے:

کوئی سیفو ہو کہ میرا ہو کہ پروین اسے
راس آتا ہی نہیں چاند نگر میں رہنا [۳۱]

پروین شاکر نے اس شعر میں اپنے ساتھ دو فنکاروں سیفو [۳۲] اور میرا [۳۳] کا ذکر کیا ہے جو اپنے اپنے دور میں آزادیِ فکر کی مثال بنے رہے اور اسی بنا پر ان کی زندگی کئی مشکلات سے بھی دوچار رہی۔

اس کے علاوہ پروین کے کلام میں واٹرلو اور کتھارسس وغیرہ کی اصطلاحات ان کی نظموں کے عنوان کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی معروف نظم ''ویسٹ لینڈ'' کے اسی عنوان کو پروین نے اپنی ایک نظم کا عنوان بھی بنایا ہے۔

ایک اور خوب صورت تلمیح ملاحظہ ہو:-

تو میں نے اس کو شاعرِ جمال کی شریکِ خواب

فینی کا پتا دیا [۳۴]

''شاعرِ جمال'' تلمیح ہے جو پروین شاکر نے انگریزی شاعر جان کیٹس کے لیے استعمال کی ہے۔ جان کیٹس کو انگریزی ادب میں the poet of beauty کہا جاتا ہے اسی حوالے سے پروین نے کیٹس کو شاعرِ جمال کا نام دے کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس مختصر مقالے سے عیاں ہے کہ مختلف تلمیحات کو اپنے کلام میں جگہ دینے کا یہ وصف پروین شاکر کی شاعری کی قدر و منزلت میں گراں قدر اضافے کا باعث ہے۔ تلمیح کی صنعت نہ صرف کلامِ شاعر کی اہمیت بڑھاتی ہے بلکہ شاعر کے علم، مطالعہ، مشاہدہ اور قوتِ بیان کی عکاسی کرتے ہوئے اسے وہ خوبی عطا کرتی ہے جسے لان جائنس ترفع کہتا ہے۔ پروین شاکر کے کلام میں موجود یہ مذہبی، تہذیبی، رومانوی، اساطیری اور ادبی، ہمہ قسم کی تلمیحات اُن کے ''ماہِ تمام'' کی روشنی اور چمک میں اضافے کا باعث ہیں۔ یہ تلمیحات کلامِ پروین شاکر کو ایسی عظمتِ فکر کا حامل بناتی ہیں جس کی بنا پر اُن کی تخلیقی سطح عام خواتین شعرا سے کہیں بلند نظر آتی ہے۔

ہمارے ہاں تنقید میں یہ رویہ عام ہے کہ ایک شاعر یا ادیب کی معلوم فکری جہات سے ہٹ کر اس میں نئے امکانات کی تلاش سے گریز کیا جاتا ہے۔ یہی رویہ بعض اوقات ادبی بے انصافی کا باعث بنتا اور کسی شاعر یا ادیب کے مقام و مرتبہ کو ایک خاص سطح پر روک دینے کے مترادف ٹھہرتا ہے۔ غور کیا جائے تو ایک ایسی ہی ادبی بے انصافی پروین شاکر کے ساتھ روا رکھی گئی ہے کیوں کہ پروین شاکر کے بارے میں عام ناقدین کا خیال یہی رہا ہے کہ وہ ایک رومانوی شاعر تھیں جس نے محض ایک عورت کی رومانوی نفسیات کو اپنے کلام کے ذریعے اُجاگر کیا جب کہ ان کے کلام میں ہمہ قسم کے موضوعات سے متعلق متعدد تلمیحات یہ بھی ثابت کرتی ہیں کہ پروین شاکر کو محض ایک رومانوی شاعر ہی کی حیثیت سے دیکھنا درست نہیں۔ پروین شاکر نے بڑی قابلیت اور عرق ریزی سے اپنے وسیع مشاہدے کو اپنے اشعار میں گوندھ کر ایک ایسا فکری مواد ہمارے سامنے رکھا کہ جس کی نظیر اُردو شاعری میں بہت کم ملتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نجم الغنی رامپوری، مولوی، بحرالفصاحت (حصۂ ششم وہفتم)، مرتبہ: سید قدرت نقوی (لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۲۰۰۷ء)، ص ۳۱۱۔

۲۔ پروین شاکر، صدبرگ (اسلام آباد: مراد پبلی کیشنز، مئی ۱۹۹۴ء)، ص ۱۳۲۔

۳۔ پروین شاکر، انکار (اسلام آباد: مراد پبلی کیشنز، مئی ۱۹۹۴ء)، ص ۱۴۳۔

۴۔ پروین شاکر، صدبرگ، ص ۱۴۵۔

۵۔ پروین شاکر، خوشبو (اسلام آباد: مراد پبلی کیشنز، مئی ۱۹۹۴ء)، ص ۱۲۲۔

۶۔ ایضاً، ص ۱۵۴۔

۷۔ پروین شاکر، صدبرگ، ص ۱۴۵۔

۸۔ پروین شاکر، خودکلامی (اسلام آباد: مراد پبلی کیشنز، مئی ۱۹۹۴ء)، ص ۱۶۰۔

۹۔ پروین شاکر، صدبرگ، ص ۲۲۰۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۷۔

۱۱۔ پروین شاکر، خوشبو، ص ۳۱۵۔

۱۲۔ پروین شاکر، خودکلامی، ص ۱۱۸۔

۱۳۔ پروین شاکر، صدبرگ، ص ۱۵۲۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۳۸۔

۱۵۔ پروین شاکر، خودکلامی، ص ۱۰۰۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۶۔

۱۷۔ پروین شاکر، صدبرگ، ص ۲۶۔

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۴۹۔

۱۹۔ پروین شاکر، خوشبو، ص ۸۸۔

۲۰۔ ایضاً، ص۶۱۔

۲۱ پروین شاکر، صدبرگ، ص۲۳۰۔

۲۲۔ پروین شاکر، خودکلامی، ص۱۵۰۔

۲۳۔ پروین شاکر، صدبرگ، ص۲۲۵۔

۲۴۔ پروین شاکر، خودکلامی، ص۱۲۷۔

۲۵۔ پروین شاکر، خوشبو، ص۹۸۔

۲۶۔ فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا (لاہور: مکتبہ کارواں، س۔ن)، ص۲۲۴۔

۲۷۔ ایضاً، ص۱۱۶۔

۲۸۔ ایضاً، ص۱۳۱۔

۲۹۔ پروین شاکر، خوشبو، ص۱۰۹۔

۳۰۔ ایضاً، ص۵۳۔

۳۱۔ پروین شاکر، خودکلامی، ص۴۷۔

۳۲۔ سیفو (۱۹۹۸ء۔ ۱۹۴۲ء) افغانستان کا ایک فارسی گلوکار جو بیباک تصورات پر لکھے نغمات کی گائیکی کے سبب مشہور ہوا، اور ساری زندگی مشکلات سے دوچار رہا۔ ماخذ: https://en.wikipedia.org/wiki/Saifo

۳۳۔ میرا (۱۵۴۶ء۔ ۱۴۹۶ء) راجستھان کے راج پوت گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ اپنے شوہر شہزادہ بھوج راج سے شادی کے باوجود ہندوؤں کے بھگوان شری کرشن کو اپنا محبوب اور شوہر مان کر ان کی محبت میں بھجن لکھتی اور گاتی رہی۔ ماخذ: https://en.wikipedia.org/wiki/Meera

۳۴۔ پروین شاکر، خوشبو، ص۵۵۔